ذکر باغات کشمیر در ملخّص شاهجهان نامه

دکتر جمیل الرحمن[۱]

چکیده:

میرزا محمد طاهر متخلّص به آشنا، مخاطب به عنایت خان بن میرزا احسن الله، متخلّص به احسن مخاطب به ظفر خان، تلخیصی از کتاب‌های تاریخی پادشاه‌نامه تألیف عبدالحمید لاهوری و میرزا محمّد امینای قزوینی به‌زبان فصیح و روان ترتیب داده بودند. عنایت خان آن کتاب تاریخ پادشاه‌نامه را در قالب عبارات آسان و اصطلاحات روشن جلوه داد. در قرن شانزدهم میلادی مغولان یا سلسلهٔ گورکانیان وارد هند شدند و این سرزمین دولت خود را استحکام واستقرار دادند. آنها یک تعداد زیادی از آثار تاریخی مثل محل‌ها و قلعه‌ها و منارها و مساجد و حوض‌ها و چشمه‌ها و باغات وغیره در سراسر هند بنا کردند که نشان دهندهٔ محبت صمیمی شان با این کشور است. طاهر خان آشنا در اثر خود "ملخّص شاهجهان نامه" دربارهٔ باغات کشمیر مثلاً باغ آصف آباد، باغ اکبر آباد، باغ بحر آرا، باغ بیگم آباد، باغ جهان آرا، باغ شاهزاده، باغ صادق آباد، باغ نسیم عیش آباد، باغ نشاط، باغ فرح بخش معروف به‌باغ شاله‌مار، باغ فیض بخش به‌فراوانی زیبایی و رعنایی و دلکشی سخن گفته است.

[۱] دانشیار، رئیس اسبق، بخش فارسی، دانشکده ذاکر حسین دهلی
jameelrzhc@gmail.com

ملک سلیم جاوید

علامہ اقبال کی فارسی شاعری تاریخ کے آئینہ میں

فارسی شاعری اپنی غیر معمولی اثر آفرینی اور اعجاز بیان کی وجہ سے ممتاز اور تمام دنیا کے ادبیات کا سرتاج رہی ہے۔ دنیا کی تمام زبانیں فارسی شاعری کی کشش و جاذبیت اور دلانگیزی کی معترف ہیں، اور اس بات کو بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا کہ غزل 'رباعی' قطعہ جیسے اصنافِ سخن کی خالق اور بانی بھی فارسی شاعری ہے، جس کی تقلید فاخرانہ طور پر کم و بیش سبھی زبانوں نے کی ہے۔ فارسی شاعری نے روحانی اور اخلاقی پند و نصائح کی تعلیم اور حکیمانہ و فلسفیانہ اور صوفیانہ مسائل کی توضیح اور توسیع میں حیرت انگیز رول ادا کیا ہے۔ فارسی شاعری نے ایشا اور یورپ کی خوابیدہ اقوام کو جگایا ہے شاہانِ قدیم کو زندہ رکھا ہے اور ساری دنیا میں انسانیت، اخوت، محبت اور خلوص و وفا کا درس دیا ہے۔

فارسی شاعری کے عہد بہ عہد ارتقا کا طویل سفر اور اس میں رونما ہونے والی تبدیلیاں جاذب نظر اور قابل مطالعہ بھی ہیں۔ ہندوستان میں فارسی شاعری کے اس تاریخی سفر سے واقفیت کے بغیر کسی شاعر کے تخیلات و نظریات اور کلام کا جائزہ لینا نامناسب ہوگا۔ کیونکہ ہر زمانے کے ادب و ثقافت اور شعر و سخن پر گرد و پیش کے سیاسی، ملی، تاریخی اور جغرافیائی احوال و کوائف اور نظریاتی اسباب و عوامل مکمل طور پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ہندوستان میں فارسی ادب کی ابتداء محمود غزنوی کے دور میں ہوئی۔ اس عہد میں فوجی سپاہیوں کے علاوہ بہت سے دوسرے افغان اور ترک مسلمان بھی ہندوستان سے روشناس ہوئے اور مغربی پنجاب میں انہوں نے آباد ہونا شروع کر دیا تھا۔ ان نو واردوں کی زبان

Scanned with CamScanner

بابا فغانی حافظ کوچک

دکتر جمیل الرحمان[۱]

چکیده:

یابا فغانی شیرازی یکی از شاعر نامدار دورهٔ صفوی شمرده می‌شود، برای سادگی و بی پیرایگی سخن میان دانشمندان و اهل علم و ادب مشهور و معروف گشت. در آن زمان شبه قارهٔ هند هم یکی از مرکز مهمی زبان و ادب فارسی بود و بسیاری از نویسندگان و شاعران ایرانی در هند مهاجرت کردند. یک سبک جدید به نام «سبک هندی» در شعر و ادب فارسی معروف گشت و بسیاری از نویسندگان و شاعران ایرانی هم درین سبک طبع آزمائی کردند، بابا فغانی شیرازی هم از شاعران سبک هندی بوده است.

واژه های کلیدی: لطف علی بیگ آذر، بابا فغانی شیرازی، حافظ کوچک، عصر صفوی

مقدمه:

لطف علی بیگ آذر آرد، متخلّص به"فغانی"، ملقّب با "بابا" معروف به"بابا فغانی شیرازی" شاعرِ فارسی در دورهٔ آق‌قویونلو و اوایل سلطنت شاه اسمعیل اوّل صفوی در اوایل نیمه دوّم قرن نهم هجری در شیراز متولّد شد. درباره تاریخِ ولادت وی را تذکره‌نویسان اطّلاع ندارند. همین‌قدر

[۱] رئیس اسبق، بخش فارسی، دانشکده ذاکر حسین دهلی
jameelrzhc@gmail.com

جہانگیر اور شاہجہاں کے دور کی فارسی شاعری

اکبر اور جہانگیر کے دور میں بہت سے شعراء مشترک رہے، اس لئے ان کی شاعرانہ خصوصیات بھی مشترک رہیں، اکبر اور عبدالرحیم خانخانان کے درباروں کے شعراء نے قصیدہ نگاری کے فن کو انتہائے کمال تک پہنچا دیا تھا، جہانگیر کے دور میں عرفی، نظیری اور شکیبی کی قصیدہ نگاری میں یہی کمال نظر آتا ہے، طالب آملی نے اپنی قصیدہ نگاری میں اپنی غزلوں کی طرح تشبیہ اور استعارہ میں اپنے پیشروؤں سے زیادہ لطافت اور ندرت بلکہ ملاحت پیدا کرنے کی کوشش کی، اس نے عام قصیدہ نگاروں کے برخلاف اپنے قصیدوں میں واقعہ نگاری کی بھی ابتداء کی جس کی تقلید کلیم نے بھی کی۔

شاہجہانی دور کے شعراء میں قدسی مشہدی و کلیم کاشانی پرزور قصیدے کہہ کر بڑے بڑے انعامات ضرور پاتے رہے، مگر شاہجہاں کی زر پاشی کے مقابلہ میں وہ قصیدہ نگاری کے فن کو اس سطح سے زیادہ اونچا نہ لے جا سکے جہاں تک اکبری دور کے شعراء پہنچا چکے تھے۔ البتہ حسب ذیل نعتیہ قصیدہ قدسی سے منسوب ہے، اس کو جو مقبولیت حاصل ہوئی وہ اکبری دور کے کسی شاعر کی نعت کو حاصل نہ ہو سکی، اس کی شہرت قصیدہ بُردہ سے کم نہیں۔[1] مگر کچھ اہلِ نظر ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ یہ نعتِ قدسی کے کلیات میں نہیں، اس لئے یہ کسی اور قدسی کی نعت ہے:[2]

مرحبا سید مکی مدنی العربی — دل و جان باد فدایت چه عجب خوش لقبی
منِ بیدل به جمالِ تو عجب حیرانم — الله الله چه جمال است بدین بوالعجبی
نسبتی نیست بذاتِ تو بنی آدم را — بر تو از آدم و عالم تو چه عالی نسبی
نخلِ بستانِ مدینه ز تو سرسبز مدام — زان شده شهر آفاق به شیرین رطبی
ذاتِ پاك تو درین ملك عرب کرد ظهور — زان سبب آمده قرآن به زبانِ عربی
شبِ معراج عروجِ تو ز افلاك گذشت — به مقامی که رسیدی، نرسد هیچ نبی
نسبت خود به سگت کردم و بس منفعلم — زانکه نسبت به سگِ کوئی تو شد بی ادبی
ما همه تشنه لبانیم و توئی آبِ حیات — لطف فرما که ز حد می گذرد تشنه لبی
چشمِ رحمت بکشا سوئی من انداز نظر — ای قریشی لقبی هاشمی و مطّلبی
بدر فیضِ تو استاده به صد عجز و نیاز — زنگی و رومی و طوسی و یمنی و حلبی
سیدی آنست حبیبی و طیب قلبی — آمده سوئی تو قدسی پے درمان طلبی

---

1. شمع انجمن بحوالہ شعرائے کشمیر، ج3، ص:1273۔
2. مضمون 'لغتِ قدسی اور اس کی مقبولیت'' معارف، دسمبر 1976ء

سبکِ هندی و آثارِ بیدل

ملک سلیم جاوید[1]

چکیده

اوّلین و قدیم‌ترین سبک، سبکِ خراسانی در خراسان نشو و نما یافت. مرکزِ آن ایرانِ شرقی بود. صفا و سادگی، استعارات، تشبیهاتِ ذاتی، شکوه و واژه‌ها، الفاظ پُرمعنی و غیره، خصوصاً در قصیده از ویژگی‌های این سبک است. نمایندگان بزرگی این سبک چون عنصری، فرّخی، منوچهری و ناصر خسرو دارد.

دوّمین سبک، سبکِ عراقی است که در عراقِ عجم یعنی جنوبِ ایران نشو و نما یافت. سلاست، روانی، حسنِ بیان و هماهنگی و غیره از ویژگی‌های این سبک است. شاعرانِ بزرگِ این سبک مثلِ سعدی، حافظ و مولانا هستند.

سوّمین سبک، سبکِ هندی است که در هند ظهور کرد. خصایصِ عمدهٔ آن نثرِ فارسی بیشتر تصنّع و تکلّف هست که با سبک‌های دیگر ممتاز و ممیّز می‌کند. در ایران این سبک به‌سبکِ اصفهانی معروف است. عرفی شیرازی، نظیری نیشاپوری، صائب تبریزی و شیخ علی حزین از شاعرانِ مشهورِ این سبک هستند. بعد از آن بیدل دهلوی که یکی از ارکانِ خمسهٔ شعرِ فارسی شبه قارّه بشمار می‌رود. او در عهدِ عالمگیر به‌اوجِ عظمت و شهرت خود

---

[1] استاد یار، دانشکدهٔ ذاکر حسین دهلی، دهلی‌نو، msjavedzhc@gmail.com

Scanned with CamScanner

عہدِ محمد تغلق کے مصنّفین

حضرت خواجہ شیخ نظام الدین اولیا 725 ہجری میں فوت ہوگئے اور ان کے تھوڑے دنوں کے بعد اقلیم سخن کے تاجدار امیر خسرو دہلوی بھی رخصت ہوگئے۔ ادھر غیاث الدین تغلق کا لائق بیٹا محمد تغلق تخت نشین ہوا۔ جو نہ صرف سپاہی تھا بلکہ ایک جید عالم بھی تھا۔ یہ 725ھ (1325ء) کا واقعہ ہے۔

ذیل کی سطور میں اسی بادشاہ کے زمانہ حکومت کی تصنیفات کا ذکر کرنا مقصود ہے۔ جس کی بے پایان فیاضیوں اور بے اندازہ عنایتوں سے توقع ہوسکتی ہے کہ اس دور میں ایک وسیع اور زبردست لٹریچر پیدا ہوا ہوگا اور جیسا کہ خود سلطان اپنی محیر العقول سیاسی تدابیر کا بانی اور مخترع تھا ویسا ہی اس نے ایک وضع کے لٹریچر کی پرورش کی ہوگی۔ مگر تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ اس کے زمانے کو لٹریچر کے لحاظ سے کوئی خصوصیت حاصل نہیں۔

امیر خسرو دہلوی اور خواجہ حسن دہلوی نے شاعری کو اوج کمال پر پہنچایا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بعد لوگ ان کی تقلید کرنے کی ہمت نہ سکے۔ البتہ اس زمانے کے لٹریچر کی کوئی خصوصیت ہوسکتی ہے تو وہ ایک ہی ہے کہ تصوف اور دوسری دینی تصنیفات بکثرت ہوئیں۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کے دم قدم سے دہلی کا کوچہ کوچہ اور گھر گھر تکیۂ تصوف بنا ہوا تھا۔ ان کے مریدوں کی تعداد ہزاروں لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ ان میں سے اکثر اہل فضل وکمال تھے۔ اپنے شیخ کی عقیدتمندی کا اظہار کرنے کیلئے اکثروں نے منقولات، ملفوظات وغیرہ قلمبند کئے۔ غرض اس قسم کی کتابوں کا ایک انبار مل سکتا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ اگر بدر چاچ، ضیاء الدین برنی اور ضیاء بخشی کو ذیل کی فہرست سے خارج کردیا جائے تو ہندوستان کی ادبی تاریخ لکھنے والا محمد شاہ تغلق کے عہد کو نظر انداز کرنے میں حق بجانب ہوسکتا ہے۔

سلطان محمد تغلقوں کے گھرانے کا گل سرسبد تھا۔ یہ زمانہ سیاسی شورشوں کا زمانہ ہے۔ سلطان کی سیاسی تدابیر کو لوگ سمجھنے سے قاصر تھے۔ اس لئے اکثر مخالفت کرتے تھے۔ سلطان اُن کی اس بیدماغی پر متاسف ہوتا اور سزا دیتا۔ غرض اسی طرح رائے عامہ، سلطان کو ایک سفاک اور ظالم سلطان کہتی تھی۔ ضیاء الدین برنی جیسے نمک خوار مؤرخ نے اس کے حالات کو بڑے ایجاز واختصار سے رقم کیا ہے اور کسی اہل علم وفضل کا تذکرہ نہیں کیا۔ حالانکہ علاء الدین خلجی کے دربار کے فضلا کو خاص طور پر اس نے پیش کیا ہے۔ گمان گزرتا ہے شاید وہ زمانہ علم کے لحاظ سے اتنا قحط کا زمانہ نہ ہوگا۔ مگر تعجب اس امر کا ہے کہ چند چیزوں کے علاوہ کوئی شے ''آثار'' کی صورت میں بھی ہم تک نہ پہنچی اور بہت ممکن ہے کہ جلد آنے جانے والے سیاسی انقلابات نے سب کچھ مٹا دیا ہو۔ یہاں پر صرف قیاسات ہی تھے۔ اب ہم واقعات پر نظر کر کے چند حقائق کو قلمبند کرتے ہیں۔

سرنامہ کیلئے خود اس عالم جرنیل کا نام زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے جس کے اختراعات کا سارا زمانہ قائل ہے۔ سلطان ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں میں سب سے زیادہ عالم تھا۔ اسے بہت سی کتابیں ازبر یاد تھیں۔ اس کی مستقل تصنیف ''تغلق نامہ'' آج دنیا میں موجود نہیں۔ اس کا ایک ٹکڑا برٹش میوزیم میں ہے جو صرف دو اوراق پر مشتمل ہے۔ یہ حصہ کتاب قاضی منہاج جوزجانی کی طبقاتِ ناصری کے اختتام پر ہے (اوراق 316-317)۔

Scanned with CamScanner

عرفان از دیدگاه مولانا جلال الدین محمد بلخی و عبدالقادر بیدل دهلوی

ابرار علی شاه

دانشجوی دکتری، بخش فارسی دانشگاه دهلی. دهلی

چکیده

مایه و جوهر اصلی و حقیقی عرفان، عشق است و آن ودیعه یا امانتی است الهی که بردل عارف و سالک نهاده شده و او را به سیر و سلوک برای رسیدن به سر منزل اصلی وا می دارد. پس عرفان و تصوف بدون عشق مفهومی ندارد، عشق به خدا و موجودات عالم، زیرا این همه از آن خداوند است. همین عشق ورزی و محبت است که انسان را از دیگر موجودات عالم، حتی فرشتگان، متمایز می سازد. و هر چه این عشق ورزی معنوی در انسان اوج بگیرد، مرتبه انسان بالاتر می رود و انسان را به خداوند نزدیک تر می کند. اصولاً از دید عرفان، هدف از آفرینش، عشق بوده است. عارفان بزرگ هند، همواره با عارفان ایراني ارتباط داشته اند. مهاجرت عارفان به سرزمین هند و ورود مسلمانان از خراسان قدیم به این سرزمین سبب گسترش این ارتباط ها می گشتند. همواره عارفان هند، پیران و وابستگاني در خراسان داشته اند و این وابستگي ها تا دیر زمان ادامه داشته است. یکي از عارفان نام دار و سرشناس ایراني، مولانا جلال الدین محمد بلخي است که در زمان خود، سلسله معنوي و عرفانیش در هند ناشناخته ماند. با این وجود همواره مورد عنایت فقیران و عارفان هندي قرار گرفت و مثنوي و غزلیاتش در مجالس و سخنان عارفان هندي طنین انداز شد. عبدالقادر بیدل دهلوي نیز در ادبیات عرفاني، داراي جایگاه والایي مي باشد. وي یگانه شاعري است که منعکس کننده اکثر اندیشه ها و عقاید و مضامین شعري مطرح شده در سبک هندي، چه شعراي ایراني مقیم هند و چه شعراي بومي هند، است. عبدالقادر بیدل دهلوي شاعري است که تجربه هاي روحي خود را در قالب غزل بیان کرده است. تجربه هاي عشقي بیدل در سراسر دیوان او موج مي زند و بوي عشق از آن به مشام مي رسد. انسان کامل از نظر بیدل آیینه تمام نماي خداوند، خلاصه اعیان و زبده آفاق است.

کلمات کلیدي: عرفان، مولانا جلال الدین محمد بلخی، عبدالقادر بیدل دهلوی.

مقدمه

مایه و جوهر اصلی و حقیقی عرفان، عشق است و آن ودیعه یا امانتی است الهی که بردل عارف و سالک نهاده شده و او را به سیر و سلوک برای رسیدن به سر منزل اصلی وا می دارد. پس عرفان و تصوف بدون عشق مفهومی ندارد. عشق به خدا و موجودات عالم، زیرا این همه از آن خداوند است.